نابغۂ عصر ذوالکفل بخاری

مولانا فیصل متین سرگانہ☆

خانوادۂ امیر شریعت سے میرا تعلق موروثی ہے۔ میرے دادا مہر حاجی شوق محمد مرحوم، امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے قدیم رفقاء میں سے تھے۔ شاہ جی جب بھی ہمارے گاؤں ''باگڑ سرگانہ'' (ضلع خانیوال) آتے تو ہمارے ہاں ہی قیام فرماتے اور وہ اسے اپنا دوسرا گھر قرار دیتے تھے۔ شاہ جی کی اس شفقت اور خلوص کو دیکھتے ہوئے وہاں کے لوگ اُن سے عقیدت کے مضبوط رشتے میں استوار ہوگئے جو آج تک قائم ہے۔ میرے دادا مرحوم نے ۱۹۳۷ء میں اس علاقہ کی سب سے پہلی احرار تبلیغ کانفرنس منعقد کی۔ اس کانفرنس کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لیے میرے دادا مرحوم نے بھرپور محنت کی۔ ہندوستان بھر سے احرار رضا کاروں کے قافلے جوق در جوق شریک ہوئے۔ مجلس احرار اسلام کی مرکزی قیادت میں سے رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی، ماسٹر تاج الدین انصاری، قاضی احسان احمد شجاع آبادی، صاحبزادہ فیض الحسن اور مولانا مظہر علی اظہر کے علاوہ دیگر اکابر بھی تشریف لائے۔ یہ کانفرنس تین روز تک جاری رہی اور بہت کامیاب ہوئی۔ جس کے اثرات اس علاقے میں آج بھی موجود ہیں۔

یہ تو تھی میری اس عظیم خاندان سے تعلق کی ہلکی سی جھلک!

یہ اُن دنوں کی بات ہے جب میں سیکنڈ ائیر کا طالب علم تھا۔ معروف افسانہ اور ناول نگار، بھائی حامد سراج خانقاہ سراجیہ (کندیاں) سے میرے گھر (ملتان) تشریف لائے۔ انھوں نے مجھے کہا:

> فیصل! آج تمھیں میں ایسے لوگوں سے ملانے جا رہا ہوں کہ ان جیسے لوگ اگر چراغ لے کر بھی ڈھونڈو گے تو ملنا محال ہے۔ میں تمھیں دارِ بنی ہاشم لے کر جانا چاہتا ہوں جہاں ہم ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری اور ذوالکفل بخاری سے ملیں گے اور ڈھیروں باتیں کریں گے۔

میں اُس وقت پہلی مرتبہ دارِ بنی ہاشم گیا تھا۔ میرے ذہن میں ایک عجیب طرح کا ہیولا سا بنا ہوا تھا کہ امیر شریعت جیسے عظیم انسان کے فرزندان کی رہائش بڑی شاندار اور پُرکشش ہوگی۔ لیکن وہاں تو منظر اور ہی کچھ تھا۔ ایک چار دیواری میں ''پُرشکوہ عمارت'' کی بجائے سادہ سا مکان اور مدرسہ...... یہی شاہ جیؒ کے بیٹوں کی کل کائنات تھی۔ اس پر مستزاد یہ کہ شاہ جیؒ کے چھوٹے نواسے، سید ذوالکفل بخاری علیہ الرحمتہ کی سادہ پوشاک، خوش گفتاری، خوش مزاجی، بذلہ سنجی، نکتہ آفرینی، خاندانی رکھ رکھاؤ، علم و ادب سے گہرا لگاؤ ایسی صفات نے مجھ پر خوشگوار تاثر چھوڑا۔ گفتگو کے قرینے اور سلیقے نے مجھ پر ایک عجیب سحر سا طاری کر دیا۔ ایک ایسا جادو، جس کے حصار سے آج تک نہیں نکل سکا۔ اگر نکلنا بھی چاہوں تو نہیں نکل سکتا۔ یہ ممکن بھی نہیں۔

☆مدرس مدرسہ معمورہ، ملتان

اس ملاقات کے بعد بھائی حامد سراج نے کہا کہ ان لوگوں سے کسبِ فیض کیا کرو کہ یہ ہمارے گناہوں کے لیے کفارہ ہیں۔

بھائی ذوالکفل سے میری ملاقاتوں کا سلسلہ چل نکلا۔ میں ہر جمعرات اُن کی محبتوں کو اپنے دامن میں بھرنے کے لیے وہاں چل نکلتا۔ وہاں مجھے ایک عجیب سی مانوسیت اور روحانی سکون حاصل ہوتا۔ بھائی حامد جب بھی خانقاہ سے ملتان تشریف لاتے تو حسبِ معمول ہمارا ناشتہ بھائی ذوالکفل کے ہاں ہوتا۔ وہ کیسے شاندار دن تھے اور اُن سے وابستہ خوشگوار یادیں کتنی راحت افزا ہیں۔ اُن کے ساتھ گزرے لمحات کو کبھی نہیں بھول پاؤں گا۔

نابغۂ روزگار سے کچھ خوبیاں ایسی وابستہ ہوجاتی ہیں جو انھیں دیگر افراد سے ممتاز و ممیّز کرتی ہیں۔ بھائی جان سے میرا تعلق کچھ اسی نوعیت کا تھا۔ ان کا پیکر خلوص وللّٰہیت اور اُنس والفت میں گُندھا ہوا تھا۔ میں نے انھیں کبھی جھوٹ بولتے اور کسی کی غیبت کرتے نہیں دیکھا۔ میری اُن سے سینکڑوں ملاقاتیں ہیں۔ یہ ملاقاتیں یادگار اور ناقابل فراموش ہیں۔ میں نے ہرملاقات میں ان کی شخصیت کے مختلف رنگ دیکھے اور اُن سے بہت کچھ سیکھا۔

میں بی اے کی تیاری کر رہا تھا تو بھائی ذوالکفل کے پاس انگلش کی تیاری کے لیے جاتا تھا۔ وہ پڑھانے کے ساتھ ساتھ چائے بھی پلاتے۔ اتنی محبت سے پڑھاتے کہ مشکل سے مشکل مقام بھی بڑی آسانی سے طے ہوجاتا۔ اُن کا طریقۂ تدریس اتنا شاندار تھا کہ انگلش، جسے میں بہت مشکل مضمون سمجھتا تھا اسے بڑی دلچسپی سے پڑھنے لگا۔ جب میرا نتیجہ آیا تو میں نے بہت اچھے نمبر لیے تھے۔ میں فوراً مٹھائی لے کر بھائی ذوالکفل کے پاس گیا۔ انھیں رزلٹ بتایا تو بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ اصل محنت تو تمہاری ہے۔ میں نے تو صرف پڑھنے کا طریقہ بتایا ہے۔ حالانکہ اصل واقعہ یہ ہے کہ اگر یہ میری رہنمائی نہ فرماتے تو میں بی اے نہ کرسکتا۔ اس حوالے سے بھائی جان ذوالکفل بخاری میرے استادِ محترم بھی ہیں۔

بی اے کرنے کے بعد میں نے دینی تعلیم کے حصول کے لیے جامعہ خیرالمدارس میں داخلہ لے لیا۔ ایک سال کے بعد میں مدرسہ عربیہ سعدیہ خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف چلا گیا۔ وہاں بھی بھائی ذوالکفل سے اکثر ملاقاتیں رہتیں۔ اُنھیں حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب سے گہری عقیدت تھی۔ بھائی جان جب بھی خانقاہ آتے تو بھائی حامد سراج کے گھر طویل نشستیں ہوتیں۔ یہ نشستیں بھرپور علمی نوعیت کی تھیں اور ان محفلوں میں بھائی جان اپنی علمیت کے جادو جگاتے نظر آتے۔ موضوع کوئی بھی ہو وہ اس روانی سے بولتے جیسے یہ اُن کا خاص موضوع ہے۔ ہر موقع پر انھوں نے اپنے بھرپور مطالعے کی وسعت کے نشان چھوڑے۔

ایک مرتبہ بھائی حامد کے گھر محفل گرم تھی۔ میں اندر سے چائے لے کر آیا تو بھائی جان نے بتایا کہ خانقاہ کی چائے سے مجھے خصوصی شغف ہے۔ چائے پیتے جارہے تھے اور تعریف کرتے جارہے تھے۔ چائے کا موضوع جاری ہے۔ اسی دوران انھوں نے دہلی جیل میں حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد سے ملاقات کا حال سنایا کہ شاہ جی اور مولانا آزاد دونوں قید تھے۔ مولانا نے چائے پیش کی اور شاہ جی سے پوچھا کہ چائے کیسی ہے؟ شاہ جی نے فرمایا کہ چائے تو بہت اچھی ہے لیکن! مولانا نے حیرت سے شاہ جی سے پوچھا۔ کیسے؟ شاہ جی نے فرمایا: اس میں اگر تھوڑا سا زعفران بھی ہوتا تو کیا بات تھی؟ تو مولانا نے شاہ جی کے ذوق کی داد دیتے ہوئے فرمایا کہ ہاں میرے بھائی۔

ایک مرتبہ بھائی ذوالکفل کے ساتھ خانقاہ سراجیہ کے لیے سفر کیا۔ نمازِ مغرب سے پہلے پہنچے۔ وضو کر کے حضرت کے انتظار میں تھے۔ حضرت تشریف لائے تو رک کر بھائی ذوالکفل سے خیریت دریافت کی۔ میں نے بھائی جان سے پوچھا:

حضرت نے آپ کو ملتے ہی پہچان لیا ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے۔

بھائی جان نے فرمایا:

ایک مرتبہ میں نے حضرت سے عرض کیا کہ میرے دل میں یہ خدشہ رہتا ہے کہ جب میں آپ سے ملوں گا تو کیا آپ مجھے پہچان لیں گے۔

حضرت نے فرمایا:

تم جب بھی مجھے ملتے ہو میں تمھیں فوراً پہچان لیتا ہوں۔

۲۰۰۶ء میں اللہ تعالیٰ نے مجھ پر خصوصی کرم فرماتے ہوئے رمضان المبارک میں عمرہ کی سعادت نصیب فرمائی۔ وہاں میں نے حرم پاک میں بھائی ذوالکفل کو دیکھا۔ میں نے اُن کے موبائل پر فون کیا اور کہا:

بھائی جان! میرا وجدان کہہ رہا ہے کہ آپ اس وقت حرم میں ہیں اور میں بھی عمرے میں آیا ہوا ہوں۔

انھوں نے فرمایا:

تمھارا وجدان بڑا تیز ہوگیا ہے۔

انھوں نے مجھے نمازِ مغرب کے بعد مکہ ٹاور آنے کو کہا۔ وہاں پہنچتے ہی میں نے کہا:

بھائی جان! اللہ تبارک وتعالیٰ کا کتنا بڑا احسان ہے کہ اُس نے اپنے گھر بلا کر آپ سے ملاقات کا شرف بخشا۔

آخری بار سعودی عرب جانے سے پہلے ایک رات بھائی جان سے سرسری ملاقات ہوئی۔ اُن کی یہ بات آج تک میرے کانوں میں گونج رہی ہے۔

فیصل بھائی! آج کل تو لفٹ ہی نہیں ہے۔

میں نے ہنس کر کہا:

نہیں بھائی جان ایسی بات نہیں۔ آپ حکم فرمائیں۔

میرے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا کہ یہ میری اُن سے آخری ملاقات ہوگی۔

۱۵/ نومبر ۲۰۰۹ء کو میں تبلیغی اجتماع رائے ونڈ سے واپس آرہا تھا کہ مولانا محمد اکمل کا فون آیا کہ ذوالکفل شاہ جی وفات پاگئے ہیں۔ میری آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا۔ میں سکتے کی کیفیت میں چلا گیا۔ بے یقینی کی کیفیت میں، میں بار بار یہ سوچتا رہا کہ اللہ کرے یہ خبر غلط ہو۔ میں نے دو تین بار مولانا اکمل کو فون کیا، انھوں نے ہر دفعہ تصدیق کی تو میری عجیب کیفیت ہوگئی۔ بے اختیار آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اور دل غم کی گہرائیوں میں ڈوب گیا۔

جانے والوں کو نہ روکو کہ بھرم رہ جائے
تم پکارو گے بھی تو انھیں کب لوٹ آنا ہے

یہ کتنی بڑی سعادت ہے کہ ان کا خمیر جس پاکیزہ مٹی سے اٹھایا گیا تھا واپس اُسی مٹی میں مل گیا۔ اللہ تعالیٰ انھیں غریقِ رحمت کرے اور ہم سب کو صبر جمیل سے نوازے۔ (آمین)